www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کا چودھواں سال

14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**

Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

02/اگست 2013ء جمعۃ المبارک 23 رمضان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 28

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

چھُس اُمتی حضرتؐ سُندُ ے
کوِ ڈیشِتھ لوگُم اوٗنُے
زِتھ رِتۍ کرِم کار نو
یا اللہ چھُس شرمندٕہ چون

افسوس! میرا اندھاپن کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں جناب محمد عربی ﷺ کا اُمتی ہوں، میں نے دُنیا میں آ کر کے کوئی نیک کام نہیں کیا، اسلئے میرے ربّ! میرے نصیب میں شرمندگی کے بغیر اور کیا ہوسکتا ہے!

آزادیٔ نسواں......ایک گمراہ کُن نعرہ

مولانا محمد اَرشد قاسمی

قدیم زمانہ میں عورت بے اعتدالیوں کا شکار تھی اور موجودہ تہذیب میں ناروا زیادتیوں کی زد میں ہے، اُسے آزادی کے نام پر گھر کی چہار دیواری سے باہر کردیا ہے، ملک کے ہزاروں مرد بے روزگار پھریں لیکن اس تہذیب نے ملازمت میں عورت کی شرکت ضروری قرار دی ہے۔ تجارت اس کے بغیر نامکمل ہے۔ سیاست میں اسکے بِن فروغ نہیں ہے۔ ادب وصحافت اسکے تذکرہ کے بنا ادھورا ہے۔ جلسے جلوس، پارٹیاں اور تفریحی ٹورز اسکی عدم موجودگی میں پھیکے پھیکے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے حکیم یورپ سے یہ چبھتا ہوا سوال کیا ہے۔

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہندو یونان ہیں جسے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بیکار وزن تہی آغوش

جدید اخلاقی نظریات نے، سرمایہ دارانہ نظام تمدن نے اور جمہوری نظام سیاسی نے اسکے جذبات کو برانگیختہ کیا، اس میں جذبہ نمائش پیدا کیا۔ نیم برہنگی کو تہذیب کا نام دیا بلکہ جسم کا ایک ایک حصہ نمایاں کرنے کا سبق آرٹ کے نام پر پڑھایا۔ جس کیلئے اُس نے اپنے تمام تر ذرائع کو استعمال کیا۔ عشقیہ افسانے، آرٹ کے رسائل، صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں، فحش لٹریچر اور متحرک تصاویر یہ سب جذبات کو بھڑکانے کے آتش خانے، عیاشی کے پیٹ بھرنے کے سامان اور شیطان کی بھوک میں اضافہ کرنے کے ذرائع ہیں۔

دوستو! مرد وزن کی مساوات وبرابری کے کھوکھلے نعروں، آزادیٔ نسواں کے گمراہ پروپیگنڈوں اور عروج وارتقاء کی جذباتی باتوں نے عورت کو بازار میں لاکھڑا کردیا، جو شمع خانہ تھی وہ زینتِ محفل بن گئی۔ جس کا آغوش بچہ کا پرائمری سکول تھی وہ آرام گاہ عاشقاں بن گئی۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ اموت
ہے حضرت انسان کیلئے اسکا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے اگر دین سے مدرسۂ زن
ہے عشق ومحبت کیلئے علم وہنر موت

جو ہاتھ بچے کو سہلاتے وہ دفتروں میں تھرکنے لگے، اور پھر تو ہر فتنہ کا دروازہ کھل گیا، حیا وشرم کی بات کرنے والے، شرافت ومروت کا سبق دہرانے والے دوشی ٹھہرے، پھر زنا کاری کی خفت بیان ہونے لگی، اولاً اسے نکاح کے برابر ٹھہرایا اور اب تو "سفاح" نکاح سے بھی اولیٰ وبہتر ہوگیا۔ مانع حمل دوائیوں کو فروغ ملا تاکہ جو کچھ تھوڑا بہت کھٹکا تھا وہ بھی ختم ہوجائے اور کھلے عام عیاشیاں ہونے لگیں، اگر کسی نے لڑکی کو نصیحت کی، اُسے سمجھایا تو اُسے قدامت پرست، اصول پرست اور روایت پرست کہہ کر نظر انداز کردیا، جس نے عقل کی بات کہی وہ دُشمن ہوگیا اور پورا میڈیا یا صحافت، ذرائع ابلاغ اُس کے تعاقب میں سرگرم ہوگئے۔ پھر اگر حمل قرار پا گیا بھی، گناہ کا بیج کروٹ لینے بھی لگا تو اس کیلئے ذمہ داران مملکت نے میڈیکل سہولیات فراہم کرنے میں بڑی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا۔

تعجب ہوتا ہے افسوس بھی! اور کرب وبے چینی بھی کہ قاہرہ کانفرنس میں جو دفعات پاس کی گئیں اُن میں یہ تھا کہ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ نوجوان حاملہ لڑکیوں کے ستھ ہمدردانہ برتاؤ کرے، معاشرہ کے تمام افراد کو جنسی ملاپ کی آزادی ہو۔ سن بلوغ کو پہونچنے والی لڑکیوں کو حکومت دفعہ ۷/۹۳ کے تحت مانع حمل اشیاء اور ایڈز سے بچنے کے طریقے بتلائے، اسقاط حمل کی سہولت فراہم کرے، ہم جنسی سے لطف اندوز ہونے سے صحت کو خطرہ نہیں۔ اسکول ذرائع ابلاغ اور والدین پر فرض ہے کہ نئی نسل کو جنسی تربیت کے مواقع مہیا کرے۔

خرد کا نام جنون پڑ گیا، جنوں کا فرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرات قارئین! یہی وہ حالات ہیں جن کی وجہ سے عورت مرد کیلئے پریشانی کا ذریعہ بن گئی۔ آئرلینڈ کی مشہور مضمون نگار "میڈم مارگریٹ نارمن لا" نے مغربی تہذیب پر تبصرہ کرتے ہوئے درست لکھا ہے کہ: "عورت دُنیا میں سکون واطمینان پیدا کرنے کیلئے آتی تھی، لیکن میں دیکھتی ہوں کہ یورپ کی عورت دُنیا کیلئے ہنگامہ وبے چین کا سبب بنی ہوئی ہے، موجودہ زمانہ میں مردوں کی بے بسی قابل رحم ہے کہ وہ عورت جو کبھی مردوں کے زخموں پر مرہم رکھا کرتی تھی آج مردوں کے سینوں کا زخم بن گئی۔ یہ سب موجودہ تہذیب کی لعنت ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا رونا روتے ہوئے فرمایا کہ:- "میں مرد اور زن کی مساوات کا مطلق حامی نہیں ہوں، قدرت نے اُن دونوں کو جدا جُدا خدمتیں تفویض کی ہیں۔ عورتوں کو آزاد کردیا جانا ایک ایس تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے اُلٹا نقصان رساں

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

ثابت ہوگا"۔

مغربی تہذیب تمدن کی سفاکیوں نے عورت کو کس طرح مقام نسوانیت سے عاری کر کے اپنی دوکان چمکائی۔ اس کا تجزیہ اوپر بیان ہوا۔ یقیناً عورت کی یہ آزادی کو مغرب کی پیداوار ہے۔ معاشرہ کے لئے زبردست تباہی ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ:- "عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر اپنے ماں باپ بہن بھائیوں اور اولاد کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو وہ قید وذلت ہے، لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کیلئے کھانا پکائے اُن کے کمرں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں اُن کی میزبانی کرے، دوکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے، اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ آزادی اور اعزاز ہے" ان للہ و انا الیہ راجعون۔ اور گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دیدینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ بازاروں اور سڑکوں پر گھسیٹ کر لایا گیا ہے وہ "آزادی نسواں" کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ وامریکہ میں جا کر دیکھئے کہ دُنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں۔ رستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذونادر ہی رہے گا۔ ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے، اُن کی بستر کی چادریں بدلنے اور روم اٹینڈنٹ کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں۔

گورباچوف نے لکھا ہے کہ:- "ہماری مغرب کی سوسائیٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکال دیا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے میں ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کر لئے، لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہوگیا اور اس کے نتیجہ میں ہم کو جو نقصانات اُٹھانے پڑے وہ ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پروڈیکشن کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے" مولانا شمس تبریز نے لکھا ہے:- خواہ کوئی کچھ بھی کہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورتوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فریب دیا گیا ہے، کیا عورتوں کی آزادی ومساوات کے معنی یہی ہیں کہ عورت دفتروں میں ستونوگرافر ہو۔ یا دوکانوں میں سیلز گرل ہو، ہوائی جہازوں میں آئر ہوسٹس، کلچر شو اور فیشن کی زینت اور فحش کتابوں اور اخباروں کا اشتہار ہو۔ اور گھر کے علاوہ ہر جگہ موجود ہو اور مردوں کی تفریح کا نشانہ بنے؟ میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کے علاوہ خود سنجیدہ با ضمیر مرد بھی اس صورت حال سے//

بقیہ صفحہ 4 پر......//

www.khanqah.in

اعتکاف: بندہ مہمان۔ اللہ میزبان

نورالحق رحمانی

اعتکاف اللہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کچھ دنوں کیلئے مسجد میں ٹھہرنے اور اسے لازم پکڑ لینے کا نام ہے، انسان کی اخلاقی تربیت، روحانی ترقی، تعلق مع اللہ اور ملاء اعلیٰ (آخرت) سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے میں اعتکاف کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اعتکاف کیا ہے؟ ایک روحانی مجاہدہ اور دنیاوی علائق (بکھیڑے) سے کنارہ کشی کا نام ہے، جس پر زمانہ قدیم سے اللہ کے مقرب بندے اور پاکیزہ نفس لوگ عمل کرتے رہے ہیں، یہ اصلاح نفس، تزکیہ قلب، تطہیر باطن اور تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے جس میں انسان ہر طرف سے کٹ کر اور ہر چیز سے منہ موڑ کر محض اپنے خالق اور مالک کی رضا و خوشنودی کیلئے اس کے در پہ پڑ جاتا ہے، روزہ مرہ کے مشاغل اور چوبیس گھنٹے کی مصروفیات میں اللہ کی عبادت کے لئے یکسوئی اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہنے کا موقع کم ہی فراہم ہوتا ہے، اسلئے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کچھ دنوں میں چوبیس گھنٹے مسلسل اللہ کے در پر حاضری ہو، اور ہر طرف سے یکسو ہو کر اور سب سے کٹ کر انسان اپنے پروردگار سے لو لگائے اور اس سے ہمیشہ دُعا و مناجات اور راز و نیاز کی باتیں کرے، اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے اور خدا سے نجات و مغفرت طلب کرے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے تورات اور شریعت عطا کرنے سے قبل کوہِ طور پر بلایا تھا اور پورے چالیس دنوں کا اعتکاف کرایا تھا، جس کا تذکرہ سورۂ اعراف میں ہے ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السّلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور ہم نے اس میں اسکا اضافہ کر کے پورا کیا تو ان کے رب کی میقات چالیس راتوں میں پوری ہوئی'' شروع میں یہ حکم تیس ہی دنوں کا تھا مگر بعد میں کسی وجہ سے یہ مدت بڑھ کر چالیس دن کی ہوگئی۔

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی نبوت ملنے سے قبل غار حراء میں ایک عرصہ تک اعتکاف فرمایا، نزول سے کچھ قبل لوگوں کے مجمع سے آپ کو وحشت ہونے لگی، لوگوں کے مجمع میں آپ کا دل نہیں لگتا، طبیعت اچاٹ رہتی کئی کئی دنوں کا کھانا لیکر غار حراء میں چلے جاتے اور وہاں ان کی ذکر و عبادت میں مصروف اور معتکف رہتے کہ اسی دوران اللہ کے فرشتے جبرئیل امین ایک مرتبہ نمودار ہوئے اور پہلی وحی سورۃ علق کی پانچ ابتدائی آیتیں لیکر اترے یہ رمضان المبارک ہی کا مہینہ اور اسکا آخری عشرہ تھا، اسلئے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وحی الٰہی کے اشارہ سے اس امت کے اعتکاف کیلئے اسی عشرہ کا انتخاب فرمایا، تمام مہینوں پر رمضان المبارک کو اسلئے فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، اور اسی بنا پر روزہ جیسی عظیم الشان اور اہم عبادت کیلئے اس ماہ کا انتخاب کیا گیا کہ اس سے بہتر کوئی اور وقت نہیں ہوسکتا تھا اور جس طرح رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اسکے آخری عشرہ کو پہلے دونوں عشروں پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے، اور اس میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے اسی بنا پر خود رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسکا اعتکاف فرمایا ہے اور اسی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنے کا حکم دیا ارشاد نبوی ہے: ''تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الاواخر من رمضان'' (بخاری شریف) اور مسلم شریف کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے آخری عشرہ میں وہ کوشش اور محنت فرماتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے اور بخاری و مسلم ہی کی دوسری روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ داخل ہو جاتا تو کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، یعنی عبادت کرنے کیلئے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آخری عشرہ کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، اسلئے اعتکاف کیلئے اس سے زیادہ بہتر زمانہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا، دوسرے یہ کہ رمضان کا آخری عشرہ حدیث صحیح کی رو سے جہنم سے آزادی کا ہے اور جہنم سے رہائی کامل ہو جانا سب سے بڑی کامیابی ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ''فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ'' جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوگیا۔ اس لئے کہ آخری عشرہ اس لائق ہے کہ اس میں انسان اللہ کے در پر حاضری دیکر آہ و زاری اور نالہ و فریاد کر کے مسلسل دس دنوں تک اس کا در تھام کر اس سے نجات اور مغفرت کا پروانہ حاصل کرے، یہ دنیا کا بھی دستور ہے کہ ہر شریف انسان اپنے در پر آتے ہوئے مہمان کی قدر کرتا ہے، اور اللہ رب العزت تو تمام شریفوں سے بڑا شریف اور سب سے بڑا رحیم و کریم ہے، کیا کہنے ہیں اس کی بخشش و نوازش، رحم و کرم، عطا و مہربانی اور فضل و احسان کے؟ اس ماہ مبارک میں تو اس کی دریائے رحمت پوری طرح جوش میں رہتا ہے اور وہ اپنے بندوں کو نوازنے ہی کیلئے ہر سال یہ مبارک مہینہ لاتا ہے تو بھلا جو بندہ اس کی مغفرت کی اُمید اور شوق میں اس کے غیبی وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اسکے در پہ پہنچ جاتے بھلا وہ اس سے کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے؟ اور اس سے زیادہ اس کی مغفرت کا اُمیدوار کون ہوسکتا ہے؟ اعتکاف کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہیں بخاری شریف میں آخری عشرہ میں عمل سے متعلق جو احادیث مروی ہیں ان میں بعض روایات اوپر گزر چکی ہیں، اعتکاف سے متعلق اور ایک حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (یعنی وفات تک آپؐ کا یہی معمول رہا) پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر جب کہ وہ سال آیا جس میں آپ کا وصال ہوا تو آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا'' (بخاری)۔ یہ اعتکاف کی جو فضیلت و اہمیت ہے وہ تو اپنی جگہ ہے لیکن رمضان المبارک میں اعتکاف کا ایک بڑا مقصد شب قدر کو پانا ہے جسکے بارے میں قرآن نے کہا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے// ......بقیہ صفحہ 2 پر اسمیں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں ہر معاملہ کو لیکر وہ سلامتی کی رات ہے اور وہ طلوع فجر تک ہے۔ (القدر) یہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اگر زندگی میں کسی نے ایک رات بھی پالی تو اپنی عمر طبعی سے زیادہ حصہ عبادت میں گزارا کہ ہزار مہینوں کے تراسی سال سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، اور اسکی عمر طبعی ساٹھ ستّر کے درمیان ہے، بخاری کی حدیث میں ہے کہ جو شب قدر میں قیام کرے اسکے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے، بہرحال اعتکاف کا جو بڑا مقصد ہے وہ شب قدر کو پانا ہے۔ کیونکہ معتکف اعتکاف کی حالت میں وہ ثواب پاتا ہے جو نمازی نماز کی حالت میں پاتا ہے، اسلئے وہ ہمیشہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ سوتا بھی ہے تو اسکی یہ نیت ہوتی ہے اُٹھ کر فلاں نماز پڑھے گا۔ اسلئے معتکف کا سونا بھی عبادت ہے، اسلئے شب قدر اگر سوتے ہوئے بھی گزرے تو عبادت میں شمار ہوگی، روزہ میں کھانا، پینا چھوڑنا ہے، تراویح میں نیند اور آرام کی قربانی دینی پڑتی ہے اور آخری عشرہ میں اعتکاف کر کے گھر بار، اہل و عیال، مال و دولت اور عزیز و اقارب کو خیر باد کہہ کے اور سب سے منھ موڑ کر اللہ کے در پر پہنچ جاتا ہے، اور سب کو چھوڑ کر ایک اللہ سے لگاتا ہے اس کی محبت کو دل میں جماتا ہے، اعتکاف اللہ سے محبت کی دلیل ہے، روزہ کے ذریعہ کھانا پینا چھڑایا گیا، نماز تراویح کے ذریعہ نیند اور آرام قربان کرایا گیا اور اعتکاف کے ذریعہ بُری صحبت سے پرہیز کرایا گیا دس دن کیلئے مومن بندہ جب اللہ کے گھر میں رہے گا تو ظاہر ہے کہ اسے فرشتوں کی معیت (صحبت) نصیب ہوگی یا پھر دیندار، متقی، پرہیز گار اور نمازیوں کی صحبت میسر آئے گی جس سے اس کی روحانی ترقی ہوگی، بُری صحبت کے بُرے اثرات سے بالکلیہ حفاظت رہیگی، اور اللہ کا قرب نصیب ہوگا جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

تاریخی کالم

حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیدائش: آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ۱۲/ربیع الاوّل { آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، طبری اور ابن خلدون نے ۱۲/ربیع الاوّل اور حافظ بن کثیر نے ۱۰/ربیع الاوّل لکھی ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دن پیر کا تھا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۹/ربیع الاوّل کو ہوئی ہے کیونکہ پیر کا دن ۹/تاریخ کے سوا کسی دوسری تاریخ سے مطابق نہیں رکھتا، لہٰذا ''تاریخ دول العرب والاسلام'' میں محمد طلعت عرب نے ۹/تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا، نیز تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت ۹/ربیع الاوّل روز دوشنبہ مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی۔ محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب کو گہن لگا تھا اور سن ۱۰ھ تھا (اور اس وقت آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔)

۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گہن ۷/جنوری ۶۳۲ء کو ۸/بج کر ۳۰/منٹ پر لگا تھا۔

۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ کی پیدائش کا سال 571ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12/ربیع الاول 571ء کے مطابق تھی۔

۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور تاریخ 8 سے لیکر 12 ربیع الاول تک میں منحصر ہے۔

۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً 9 ربیع الاوّل بمطابق 20 اپریل 571ء بنتی ہے۔ (سیرت النبیؐ، از علّامہ شبلی نعمانی صفحہ ۱۰۹-۱۰۸)

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ۱۲/ربیع الاوّل عام الفیل 571ء کو بروزِ سوموار فجر کے وقت ہجرت سے 53 سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، ایک رائے کے مطابق آپ 30 اگست 570ء کو پیدا ہوئے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ اور ان کے علاوہ ثوبیہ اسلمیہ، خولہ بنت منذر اور ام ایمن نے دودھ پلایا اور سب سے زیادہ دودھ حلیمہ بن ابی ذوئیب سعدیہ نے پلایا۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب شادی سے تھوڑی دیر بعد مکہ مکرمہ سے شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ واپسی پر یثرب (مدینہ منورہ) میں بحالت مرض قیام کیا۔ وہاں ان کے ماموں بنو نجار رہتے تھے۔ آپ مریض تھے اسلئے ان کے پاس ایک ماہ ٹھہرے حتی کہ وہیں فوت ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر 25 سال تھی۔ بعض نے 28 سال بھی لکھی ہے۔ اَبھی ان کے بیٹے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حمل کو صرف دو ماہ ہوئے تھے۔

575ء یا 576ء میں آپ کی والدہ محترمہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو لے کر مدینہ منورہ گئیں تاکہ آپ اپنے ننھیال بنو نجار سے ملاقات کرسکیں۔ بنو نجار آپ کے دادا عبدالمطلب کے بھی ننھیال تھے۔ جب وہ واپس مکہ مکرمہ آرہی تھیں تو راستے میں بیمار ہوگئیں اور ابواء کے مقام پر وفات پاگئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس وقت چھ سال کے تھے اور آمنہ 30 سال کی تھیں۔ (جاری)

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

02 اگست 2013ء جمعۃ المبارک

اَب رمضان کا آخری عشرہ

نبی کریم (ﷺ) نے ۳۰ شعبان کو رمضان کی آمد پر جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اس میں یہ بھی آپ نے کہا تھا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس کا حصہ اوّل رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کے ساتھ خاص ہے۔ اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رمضان المبارک اپنے تینوں عشروں میں کچھ مخصوص کیفیتیں رکھتا ہے، آخری عشرے کو چونکہ آپ نے جہنم کی آگ سے آزادی کا وقفہ قرار دیا ہے، اسلئے یہ عشرہ علماءِ اُمت کے نزدیک بہت خاص اہمیت رکھتا ہے، اور اس میں اظہارِ عبودیت اور تقرب الی اللہ کی زیادہ کوشش کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔

یوں تو رمضان کا پورا مہینہ اور اسکے سارے لمحات سال کے تمام مہینوں کے مقابلے میں اہم اور قابل اعتنا ہیں، لیکن اس ماہِ مبارک کے اخیر عشرے کو خصوصیت سے جو بلندی اور اہمیت حاصل ہے وہ بہت زیادہ قابل توجہ ہے، اسی عشرے کی یہ خصوصیت ہے کہ اسمیں شب قدر ہوتی ہے، جسکے متعلق قرآن نے اپنی پوری ایک سورت میں یہ بتایا ہے کہ یہ رات انتہائی قیمتی۔ اور بے حد بابرکت ہے، اس رات کو ہزار مہینوں سے زیادہ افضل اور باعث خیر فرمایا گیا ہے، سورۃ القدر میں ہے کہ قرآن کریم جیسی اہم اور لازوال کتاب بھی ہم نے لیلۃ القدر میں نازل فرمائی ہے۔

اعتکاف بھی اسی عشرہ اخیرہ کی خصوصیت ہے جس میں بندہ سراسر اپنے ربّ کے حضور پیش ہو کر پورے دس دِن تک سرگوشیاں کرتا ہے، اور ہر وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس سے بندگی کا اظہار ہو اور خدا کی خدائی، اس کی ربوبیت اور اس کی بلندی وعظمت کے سامنے وہ اپنے آپ کو بالکل بے حقیقت کر کے پیش کر سکے، یہاں تک کہ رمضان کا آخری دِن اس کیلئے رحمت ومغفرت اور سب سے بڑھ کر جہنم کی آگ سے آزادی کی بشارت کا دِن ہوتا ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا کہ میری اُمت رمضان کی آخری شب میں بخش دی جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب پوری اُمت کو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے بخش دینگے تو اس بندے کا کیا حال ہوگا جس نے رمضان المبارک کی ذمہ داریوں کی پوری تندہی، محنت، جاں فشانی اور حضورِ قلب کے ساتھ ادا کیا، اور اس کے اخیر عشرے کو عبادت وتلاوت اور اعتکاف جیسی سعادت میں گزارا، لیلۃ القدر کو پانے کیلئے اس عشرے کی ہر رات کو اس نے بیداری اور اسکی تلاش میں گزاری، شب قدر جیسی عظیم نعمت سے سرفرازی کی سعادت اور مسرت حاصل کی، اور اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام سے مالا مال ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں نبی کریم (ﷺ) رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں اتنی محنت فرماتے تھے کہ دو سے تین ایام میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔ جب آنحضرت (ﷺ) کا یہ حال تھا کہ اس عشرے کو اتنی اہمیت دیتے تھے جب کہ آپ کے تمام گناہ معاف کردیئے گئے تھے، تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی اُمت کے دِلوں میں اس کی اہمیت کم ہو، اور اس مبارک مہینے کے اس آخری حصے کو ہر حیثیت سے مہتم بالشان نہ سمجھیں، اس آخری عشرے میں نہ صرف یہ کہ حضور اکرم (ﷺ) تنہا اس کا اہتمام فرماتے تھے بلکہ اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی اس خیر میں شریک فرماتے تھے، اور اس کو شب بیداری اور نوافل وعبادات کے اہتمام کے سلسلے میں راتوں کو جگا دیتے تھے، اس عشرے کے شروع ہوتے ہی آپ تیار ہو جاتے، اور مزید محنت وجاں فشانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا، پوری پوری رات بیداری میں گزارتے، مناجات اور استغفار اور دُعا نوافل کی کثرت فرماتے۔ اور صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دلاتے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ جب عشرہ اخیرہ شروع ہوتا، آنحضرت (ﷺ) تمام رات بیداری میں گزارتے، اور اپنے اہل وعیال کو بھی عبادت کیلئے جگاتے اور کمر کس لیتے یعنی اللہ کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کرنے کیلئے پوری طرح تیاری فرما لیتے۔

کاش! رمضان کے قیمتی لمحات اور اسکی بیش بہا گھڑیوں کو ہم ضائع نہ ہونے دیتے، اور خصوصیت سے عشرہ اخیرہ کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی برکتوں سے بہرہ وَر ہونے کی کوشش کرتے، اور اس معاملے میں بھی ہم نبی کریم (ﷺ) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کو نمونہ بناتے۔

جواھر القرآن

اللہ کی راہ میں موت دُنیا جہاں کے خزانوں سے بڑھ کر ہے

مشورے کے بعد جو فیصلہ کر لیا جائے اس پر توکّلاً علیٰ اللہ مضبوط رہنا چاہیے!

گذشتہ سے پیوستہ// چنانچہ ابن ہشام نے تو (آیاتِ اُحد کے بیان میں) اس خیانت کا تعلق سیدھا اوّلین فرض نبوت (تبلیغ حق) سے جوڑا ہے اور لکھا ہے: ”ای ماکان لنبی ان یکتم الناس ملعشہ اللہ بہ الیہم“ (نبی کی شان یہ نہیں کہ اسے جو پیغام اللہ نے لوگوں کیلئے دے کر بھیجا ہو وہ اسے چھپائے) لیکن اوپر کے سلسلہ کلام میں اس کا کوئی محل وموقع واضح نہیں ہوتا۔ محل وموقع کے اعتبار سے ایک واضح بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ منافقین یقیناً کہتے ہوں گے کہ نبی کی خود اپنی رائے بھی جب وہی تھی جو ہم کہہ رہے تھے تو انہوں نے اس کے برخلاف فیصلے میں امت کی خیر خواہی کے حق سے وفائی کی۔ اس پروپیگنڈے کی کاٹ کیلئے فرمایا گیا کہ ”نبی سے یہ ممکن نہیں کہ امت کی خیر خواہی کے حق میں خیانت کر جائے!“

اپنے مفہوم ومصداق کے لحاظ سے یہ قرآن کی ایک مشکل آیت ہے، اسلئے مناسب ہوگا کہ اور جو اقوال مفسرین کے یہاں ملتے ہیں وہ بھی ذکر کردئے جائیں۔ حواشی عثمانیؒ میں موقع کی مناسبت کا ایک اور پہلو نکالتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ”اس سے غرض یا تو مسلمانوں کو پوری طرح خاطر جمع کرنا ہے تا کہ یہ وسوسہ نہ لائیں کہ شاید حضرت نے ہم کو بظاہر معاف کردیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے، کہ یہ کام نبیوں کا نہیں دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ“ آگے دوسرے احتمالات کے طور پر وہ باتیں درج فرمائی گئی ہیں جو عام طور پر مفسرین کے یہاں از راہِ روایات ملتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ تیر اندازوں نے اپنے مورچہ چھوڑ دینے کا جو باعث بیان کیا تھا کہ کہیں مالِ غنیمت میں ان کا حق نظر انداز نہ کر دیا جائے، جس سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں بدگمانی نکلتی تھی، کیونکہ حصہ دلانے کے ذمہ دار تو آپ ہی تھے، یہ چیز باعث اس آیت کے نزول کا ہوئی تھی۔ روایات میں سے یہی روایت ہے جو موقع سے ایک مناسبت رکھتی ہے۔ صاحب روح المعانی نے بھی اسی مناسبت سے اسے ترجیحی انداز میں اوّلاً ذکر کیا ہے۔ لیکن مشہور تر روایت کے مطابق (اگرچہ موقع سے اس کی کوئی مناسبت نہیں ظاہر ہوتی) یہ بدر میں ایک چادر کے گم ہونے کے واقعہ سے متعلق آیت ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆☆

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

دعوت کے وقت روزہ افطار نہ کرنیوالے کی دُعاء

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کسی کو (کھانے کی) دعوت دی جائے تو اُسے قبول کرنی چاہیے، اگر وہ روزہ دار ہو تو اُسے دعا کرنی چاہیے اور اگر وہ روزے سے نہ ہو تو اُسے کھانا چاہیے۔ (مسلم حدیث:۱۴۳۱)

روزہ دار کو کوئی شخص گالی دے تو وہ کیا کہے؟

”اِنِّی صَآئِمٌ، اِنِّی صَآئِمٌ“ (بخاری مع الفتح:۴/۱۳۴، مسلم حدیث:۱۱۵۱)

میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔

آندھی کی دُعائیں

۱۔ ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا“ (ابوداؤد حدیث:۵۰۹۹)

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے۔

۲۔ ’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَافِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا فِیْھَا وَشَرِّمَآ اُرْسِلَتْ بِہٖ“ (مسلم حدیث:۸۹۹)

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس چیز کی بھلائی کا جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کو اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے، اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے اور اس چیز کے شر سے جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کو۔

www.khanqah.in

اے شر کے متلاشی! باز آ، باز آ......؟

حضرت مولانا حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم

ماہِ رمضان جلوہ گر ہے، اس کا فیضان بے حساب ہے، حکمتِ الٰہیہ نے دستورِ حیات، حق کو باطل سے ممتاز کرنے والا فرقان یعنی قرآن مجید کے نزول کیلئے یہی مہینہ منتخب کیا۔ صیام واقعی شفاءِ اُمم ہے۔ اس سے ظاہر و باطنی بیماریوں سے شفاء ملتی ہے اور اللہ کے رِضوان کے بلند سے بلند تر درجات عطا کئے جاتے ہیں اسی لئے ''اَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ'' (اس کی جزا میں دوں گا) اور ''لَخُلُوۡفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطۡیَبُ عِنۡدَ اللّٰہِ مِنۡ رِیۡحِ الۡمِسۡکِ'' (روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے) کی بشارتیں سنائی گئیں۔ سابقہ اُمتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے لیکن اسکی برکتوں، عنایتوں کا اِتمام امت مسلمہ پر کیا گیا۔ سعادت مند بڑے بڑے حصے لے جاتا ہے اور بدنصیب اس ماہِ کرم میں بھی محروم رہ جاتا ہے۔ وہ گناہوں سے باز نہیں آتا، شراب چھوڑتا نہیں، سودی لین دین ترک کرتا نہیں، جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، رشوت لینے، نماز چھوڑنے، بلاوجہ تکلیف پہنچانے، فرض ہو کر حج و زکوٰۃ چھوڑنے سے پرہیز کرتا نہیں۔ اُسے نداءِ غیبی۔ آگے بڑھ اے خیر ڈھونڈنے والے! (یَا بَاغِیَ الۡخَیۡرِ اَقۡبِلۡ) اور اس مجرم کو یہ صدا دی جاتی ہے، اے شر کے متلاشی! گناہوں سے باز آ۔!

اب آپ کو اختیار ہے کہ کس گروپ میں اپنا شمار کرانا چاہتے ہیں۔

نعت سرکار ﷺ

اے دوجہاں کے رہبر سرکار کملی والے
شافع روزِ محشر، ساقی کملی والے
باطل کے سارے سایے جی جی کے ڈگمگائے
جب جب بھی چمکی تیری تلوار کملی والے
عرشِ بریں تیرا کیا بہترین ڈھیرا
قرآن کررہا ہے، اظہار کملی والے
آنسو ڈھلک رہے ہیں، ساغر چھلک رہے ہیں
آتی ہے یاد تیری ہر بار کملی والے

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے......

نالاں و بیزار ہونگے'' مغربی تہذیب و تمدن انسان کو حیوان سے بھی بدتر بنانے پر آمادہ ہے جس کے لئے وہ عورت کا بہت گندا استعمال کر رہی ہے۔

ایک بہت اہم لیڈر ''بیبل'' لکھتا ہے:- عورت اور مرد آخر حیوان ہی تو ہیں کیا حیوانات کے جوڑوں میں نکاح اور وہ بھی دائمی نکاح کا کوئی سوال پیدا ہوسکتا ہے'' ایک ممتاز جریدہ کا ایڈیٹر سوال کرتا ہے کہ زنا بالجبر آخر جرم کیوں؟ یہ بھی ایک طرح کی بھوک ہے۔ پول روبین کہتا ہے کہ پچھلے ۵۲ سالوں میں ہم کو اتنی کامیابی ہوچکی ہے کہ حرامی بچہ کو قریب قریب حلالی بچہ کا ہم مرتبہ کر دیا گیا ہے اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ پہلی ہی قسم کے بچے پیدا ہوا کریں تا کہ تقابل کا سوال ہی باقی نہ رہے''۔

اس لئے ماحول میں جو نسل تیار ہو رہی ہے اُسے نہ ذہنی سکون حاصل ہے اور نہ ہی روحانی چین۔ وہ اضطراب اور مایوسی کی کشمکش میں ہے جو اپنے ماضی سے بے تعلق، حال سے بیزار اور مستقبل سے مایوس و اُداس ہے۔ مولانا علی میاں ندویؒ کے الفاظ میں ''چہرۂ تہذیب کے بدنما داغ اور جسم ثقافت پر چیچک کے دانے ہیں، شاعرِ مشرق نے جس کے بارے میں چیلنج دیا ہے:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے خودکشی کریگی
جو شاخِ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

موت کی یاد اور آخرت کی فکر......3

ابوحمزہ وستانوی

نفس و شیطاں ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے اے غافل ذرا! سنبھل
آ نہ جائے دیں و ایمان میں خلل
باز آ، ہاں باز آ، اے بدعمل
ہو رہی عمر مثل برف کم
چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم
سانس ہے ایک رہرِ وِ ملکِ عدم
دفعتاً ایک روز جائے گا تھم
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی

تجھ پہ ایک دن کھاک ڈالی جائے گی
عیش کر غافل نہ تو آرام کر
ما ل حاصل کر نہ پیدا نام کر
یاد حق دنیا میں صبح شام کر
جس لئے آیا ہے تو وہ کام کر
دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
ترک اب ساری فضولیات کر
یوں نہ ضائع تو اپنے اوقات کر
رہ نہ غافل یاد حق دن رات کر
ذکر و فکر ہاذم الذات کر
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جوکرنا ہے آخر موت ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھاگئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جاں ہے تماشہ نہیں ہے

موت کے ساتھ ساتھ آخرت کی فکر بھی ضروی بلکہ لازم ہے اور آخرت کی فکر یہ ہے کہ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے اور دنیوی زندگی کا حساب، اللہ کے حضور جانا، پھر یا جنت میں یا جہنم میں جانا ہے، لہٰذا یہ فکر کرنا کے جہنم سے نجات اور جنت کا حصول ممکن ہو جائے صحابہ اور اولیاء بکثرت فکر آخرت سے کانپ اٹھتے تھے کیوں کہ اصل زندگی وہی ہے، مگر کسی کو پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔

خوف آخرت سے بے ہوش ہوگئے: اسی طرح ایک دفعہ سورۂ تکویر کی تلاوت کررہے تھے جب اس آیت پر پہنچے ''واذا الصحف نشر'' جب اعمالنامے کھولے جائیں گے تو بیہوش کر گر پڑے، اور کئی دن تک ایسی حالت رہی کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔

قبروں کو دیکھ کر آخرت کی یاد: حضرت عثمانؓ اکثر خوف خداوندی اور فکر آخرت سے آبدیدہ رہے دوسری زندگی کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا تھا آنکھوں سے آنسو نکل آتے، مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہوجاتی، لوگ کہتے کہ دوزخ و جنت کے تذکروں سے تو آپ پر اتنی رقت طاری نہیں ہوتی۔ آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہوتی ہے کہ آپ بیقرار ہوجاتے ہیں؟ فرماتے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہ مرحلہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں، اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے،، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر سے زیادہ برا اور مصیبت والا منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

آخرت کا خیال: حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں بازاروں میں تشریف لے جاتے وہاں لوگ راستہ بھولے ہوتے انھیں راستہ بتاتے، بوجھ ڈھونے والوں کے بوجھ اٹھا دیتے، کسی کے جوتے کا تسمہ گر کر ٹوٹ جاتا تو اسے اٹھا کر دے دیتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: ''تلک الدار الاخرت نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الا رض و لا فسادا و العاقبة للمتقين'' ہم آخرت کا گھر ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سرکشی اور فساد کرنا نہیں چاہتے اور عاقبت کی فلاح و سعادت صرف پرہیزگارں کیلئے ہے۔

میرے نورِ نظر! تم اپنی نئی عمر سے دھوکہ نہ کھانا، موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، تمہیں بھی لامحالہ ایک دن وہیں جانا ہے اس لئے آج ہی اس کی فکر کرو، اور سفر سے پہلے زادِ سفر فراہم کرلو۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کے وقت میں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ کی زبان پر یہ آیت شریفہ تھی: ''فمن الله علينا و وقانا عذاب السموم'' (طور) اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ آپ اس آیت کو دہراتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھں، میں کچھ دیر تک تو آپ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا لیکن جب زیادہ دیر ہوئی تو میں نے سوچا کہ بازار کا کام کرتا آؤں، واپسی میں سلام عرض کرتا چلوں گا۔ میں بازار گیا اور وہاں کا کام کر کے واپس آیا تو دیکھا آپ اسی طرح آیت دہرارہی ہیں اور رو رہی ہیں۔

آپ فرماتے تھے مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے: ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے اور موت اسے طلب کررہی ہے۔ دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے، حالاں کہ موت اس سے غافل نہیں ہے، تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض۔ ایک بار فرمایا'' تین چیزیں مجھے اس قدر غمناک کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں۔ ایک تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی۔ دوسری چیز قبر کا عذاب، تیسری چیز قیامت کا خطرہ۔ ایک روز حضرت ابودرداءؓ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ میں اس روز سے بہت خوفزدہ ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی ہر آیت پیکر شہادت بن کر نمودار ہوگی۔ پوچھا جائے گا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی؟ آیت آمرہ کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا؟ آیت زاجرہ بولے گی۔ بالکل نہیں۔ لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا''۔

اگر مجھے جنت اور دوزخ کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لئے جن کو چاہو پسند کرلو، یا راکھ ہوجاؤ تو میں راکھ ہو جانا پسند کروں گا تا کہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ جواب وسوال نہ ہو، آخرت کے خوف سے اکثر کہا کرتے تھے کاش ہم گھاس ہوتے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو موت کی یاد کرنے اور آخرت کی فکر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہم سے راضی ہوجائے اور موت کی سختی اور عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے محفوظ فرمائے۔

آمین یارب العالمین!

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: سود کسے کہتے ہیں؟ سودی معاملہ کرنے والوں کیلئے جو اعلان جنگ اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے ہے، آج کے دَور میں اس وَبا سے پھر کون بچا ہوا ہے تو پھر ہمارے اعمال وعبادات کس کھاتے میں جائیں گے؟ نیز بعض تو سود کو نفع بھی کہتے ہیں اور نفع تو ہم خرید وفروخت میں بھی کماتے ہیں تو قرآن کریم نے کس قسم کے سود کو حرام کہا؟ اسی طرح اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو کاروبار کیلئے لون کی ضرورت پڑتی ہے تو کیا اس بھی کوئی خطرہ ہے؟

ماسٹر عبدالرشید شاہ۔ کھریو پانپور

نوٹ: اس مسئلہ کے جواب کے سلسلے میں ہم نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا یہ خطاب منتخب کیا جو اُنھوں نے چند سال پہلے امریکہ میں فرمایا ہے۔ انشاء اللہ یہ مسئلہ کے حل میں مطمئن بخش اور فائدہ سے بھر پور ہوگا۔ (ادارہ)

جواب: آجکل یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہر چیز کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاب! حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں یہ عمل اس طرح ہوتا تھا، اسلئے آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا، آج چونکہ یہ عمل اس طرح نہیں ہورہا ہے لہٰذا وہ حرام نہیں ہے، کہنے والے یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ خنزیروں کو اسلئے حرام قرار دیا گیا تھا کہ وہ گندے ماحول میں پڑے رہتے تھے، غلاظت کھاتے تھے، گندے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی تھی، اب تو بہت صاف ستھرے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی ہے اور ان کے اعلیٰ درجے کے فارم قائم کردیئے گئے ہیں لہٰذا اَب ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یاد رکھئے! قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اس کی صورتیں چاہے کتنی بدل جائیں اور اس کو بنانے اور تیار کرنے کے طریقے چاہے کتنے بدلتے رہیں، لیکن اس کی حقیقت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے، اور وہ حقیقت حرام ہوتی ہے، یہ شریعت کا اصول ہے۔

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے، کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد مبارک میں تجارتی قرضوں (Commercial Loan) کا رواج نہیں تھا اور سارے قرضے صرف ذاتی ضرورت کیلئے لئے جاتے تھے، اس موضوع پر میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے "مسئلہ سود" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کا دوسرا حصہ میں نے لکھا ہے، اس حصہ میں میں نے کچھ مثالیں پیش کی ہیں کہ سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں بھی تجارتی قرضوں کا لین دین ہوتا تھا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ عرب صحرا نشین تھے تو اس کے ساتھ ہی لوگوں کے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تھے وہ ایسا سادہ اور معمولی معاشرہ ہوگا جس میں تجارت وغیرہ تو ہوتی نہیں ہوگی اور اگر ہوتی بھی ہوگی تو صرف گندم اور جَو وغیرہ کی ہوتی ہوگی اور وہ بھی دس بیس روپے سے زیادہ کی نہیں ہوگی، اسکے علاوہ کوئی بڑی تجارت نہیں ہوتی ہوگی عام طور پر ذہن میں یہ تصور بیٹھا ہوا ہے۔

لیکن یاد رکھئے یہ بات درست نہیں ہے، عرب کا وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے اس میں بھی آج کی جدید تجارت کی تقریباً ساری بنیادی موجود تھیں، مثلاً آج کل "جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں" ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چودہویں صدی کی پیداوار ہے، اس سے پہلے "جوائنٹ اسٹاک کمپنی" کا تصور نہیں تھا، لیکن جب ہم عرب کی تاریخ پڑھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ عرب کا ہر قبیلہ ایک مستقل "جوائنٹ اسٹاک کمپنی" ہوتا تھا، اسلئے کہ ہر قبیلے میں تجارت کا طریقہ یہ تھا کہ قبیلہ کے تمام آدمی ایک روپیہ دو روپیہ لاکر ایک جگہ جمع کرتے اور وہ رقم "شام" بھیج کر وہاں سے سامان تجارت منگواتے، آپ نے تجارتی قافلوں (Commercial Caravan) کا نام سنا ہوگا وہ "کاروان" یہی ہوتے تھے کہ سارے قبیلے نے ایک ایک روپیہ جمع کر کے دوسری جگہ بھیجا اور وہاں سے سامانِ تجارت منگوا کر یہاں فروخت کردیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ جو فرمایا کہ "لایلاف قریش ایلافہم رحلۃ الشتآءِ والصّیف" (سورۂ قریش:۱) وہ بھی اسی بنا پر کہ یہ عرب کے لوگ سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام کی طرف

سُود اور اس کا متبادل - 2

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

سفر کرتے تھے اور گرمیوں اور سردیوں کے یہ سفر محض تجارت کیلئے ہوتے تھے، یہاں سے سامان لے جاکر وہاں بیچ دیا، وہاں سے سامان لاکر یہاں بیچ دیا، اور بعض اوقات ایک ایک آدمی اپنے قبیلے سے دس لاکھ دینا قرض لیتا تھا، اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس لئے قرض لیتا تھا کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں تھا؟ یا اسکے پاس میت کو کفن دینے کیلئے کپڑا نہیں تھا؟ ظاہر ہے کہ جب وہ اتنا بڑا قرض لیتا تھا تو کسی کمرشل (کاروباری) مقصد کیلئے لیتا تھا۔

جب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی حرمت کا اعلان فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "وربا الجاھلیۃ موضوع ولول ربا أضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کلّه" (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم، حدیث نمبر:۱۲۱۸) یعنی (آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں، وہ ہمارے چچا حضرت عباسؓ کا سود ہے، وہ سب کا سب ختم کردیا گیا، چونکہ عباسؓ لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے، اسلئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آج کے دن میں ان کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمہ ہے، وہ ختم کرتا ہوں اور روایات میں آتا ہے کہ وہ دس ہزار مثال سونا تھا، اور تقریباً ۴ ماشے کا ایک مثقال ہوتا ہے، اور یہ دس ہزار مثقال کوئی سرمایہ (Principal) نہیں تھا، بلکہ یہ سود تھا، جو لوگوں کے ذمہ اصل رقوم پر واجب ہوا تھا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ قرض جس پر دس ہزار کا سود لگ گیا ہو، کیا وہ قرض صرف کھانے کی ضرورت کیلئے لیا گیا تھا! ظاہر ہے کہ وہ قرض تجارت کیلئے لیا گیا ہوگا۔

حضرت زبیر ابن عوامؓ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، انہوں نے اپنے پاس بالکل ایسا نظام قائم کیا ہوا تھا، جیسے آج کل بینکنگ کا نظام ہوتا ہے، لوگ جب ان کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھواتے تو یہ ان سے کہتے کہ میں یہ امانت کی رقم بطور قرض لیتا ہوں، یہ رقم میرے ذمہ قرض ہے، اور پھر آپ اس رقم کو تجارت میں لگاتے، چنانچہ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت جو قرض ان کے ذمہ تھا، اسکے بارے میں ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ "فحسبت ماعلیہ من الدیون فوجدتہ الفی الف ومائتی الف" یعنی میں نے ان کے ذمہ واجب الاداء قرضوں کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ دینار نکلے۔" (مسئلہ سود، صفحہ ۱۱۳، بحوالہ طبقات لابن سعد، جلد ۳/۱۹)

لہٰذا یہ کہنا کہ اس زمانے میں تجارتی قرض نہیں ہوتے تھے۔ یہ بالکل خلاف واقعہ بات ہے کہ اور حقیقت یہ ہے کہ تجارتی قرض بھی ہوتے تھے اور اس پر سود کا لین دین بھی ہوتا تھا اور قرآن کریم نے ہر قرض پر جو بھی زیادتی وصول کی جائے اس کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ کمرشل لون پر انٹرسٹ لینا جائز ہے، اور ذاتی قرضوں پر انٹرسٹ لینا جائز نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔

اسکے علاوہ ایک اور غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے، وہ یہ ایک سود مفرد (Simple Interest) ہوتا ہے اور ایک سود مرکب (Compound Interest) ہوتا ہے، یعنی سود پر بھی سود لگتا چلا جائے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں مرکب سود ہوتا تھا اور قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا وہ تو حرام ہے لیکن سود مفرد جائز ہے، اسلئے کہ وہ اس زمانے میں نہیں تھا اور نہ ہی قرآن نے اس کو حرام قرار دیا ہے، لیکن ابھی قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس میں فرمایا کہ "یا اَیہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا" یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور رِبا کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو، یعنی اسکے کم یا زیادہ ہونے کا کوئی سوال نہیں Rate of Interest کے کم یا زیادہ ہونے کی بحث نہیں، جو کچھ بھی ہو اس کو چھوڑ دو، اور اسکے بعد آگے فرمایا کہ "وان تبتم فلکم رؤس اموالکم" یعنی اگر تم ربا سے توبہ کرلو تو پھر تمہارا جو "رأس المال" (Principal) ہے وہ تمہارا حق ہے اور خود قرآن کریم نے واضح طور پر فرمادیا کہ Principal تو تمہارا حق ہے لیکن اس کے علاوہ تھوڑی سی زیادتی بھی ناجائز ہے، لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سود مرکب حرام ہے اور سود مفرد حرام نہیں، بلکہ سود کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے اور قرض لینے والا غریب ہو تب بھی حرام ہے اور قرض لینے والا امیر اور مالدار ہو تو بھی حرام ہے۔ اگر کوئی شخص ذاتی ضرورت کیلئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے اور اگر تجارت کیلئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے، اسکے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

موجودہ بینکنگ انٹرسٹ بالاتفاق حرام ہے

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ تقریباً پچاس، ساٹھ سال تک عالم اسلام میں بینکنگ انٹرسٹ (Banking Interest) کے بارے میں سوالات اُٹھائے جاتے رہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں Compound Interest حرام ہے، Simple Interest حرام نہیں ہے یا یہ کہنا کہ Commercial Loan حرام نہیں ہے وغیرہ۔ یہ اشکالات اور اعتراضات عالم اسلام میں تقریباً پچاس سال تک ہوتے رہے ہیں، لیکن اَب یہ بحث ختم ہوگئی ہے، اَب ساری دُنیا کے نہ صرف علماء بلکہ ماہرین معاشیات اور مسلم بینکرز بھی اس بات پر متفق ہیں، کہ بینکنگ انٹرسٹ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح عام قرض کے لین دین پر سود حرام ہوتا ہے اور اَب اس پر اجماع ہوچکا ہے، کسی قابل ذکر شخص کا اس میں اختلاف نہیں، اسکے بارے میں آخری فیصلہ آج سے تقریباً چار سال پہلے جدہ میں مجمع الفقہ الاسلامی Islamic Fiqh Academy جس میں تقریباً ۴۵ مسلم ملکوں کے سرکردہ علماء کا اجتماع ہوا اور جس میں میں بھی شامل تھا اور ان تمام ملکوں کے تقریباً دوسو علماء نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ بینکنگ انٹرسٹ بالکل حرام ہے، اور اس کے جائز ہونے کا کوئی راستہ نہیں، لہٰذا یہ مسئلہ تو اَب ختم ہوچکا ہے کہ بینکنگ انٹرسٹ حرام ہے نہیں؟

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

www.khanqah.in

علم نحو سیکھئے - 26

مولانا محمد طاہر قاسمی۔اُستاذ سواء السبیل

سوال: تانیث کسے کہتے ہیں؟

جواب: تانیث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث (گول ۃ الف مقصورہ، الف ممدوہ) میں کوئی علامت موجودہ ہو جیسے طلحۃ میں گول ۃ بشکل ہاء ہے۔

سوال: تانیث بالتاءکو اسبابِ منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے کیا شرط ہے؟

جواب: اس کیلئے شرط یہ ہے کہ علَم ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ تانیث بالتاء جس کیلئے وضع کی گئی ہے اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی ہے کیونکہ حالت وقف میں ھا سے بدل جاتی ہے اور اَعلام تغیری سے اکثر محفوظ رہتے ہیں جیسے فاطمۃ ایک عورت کا نام ہے۔ (رولیۃ النحو:۵۶)

سوال: تانیث معنوی کیلئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: تانیث معنوی یعنی جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود نہ ہوں، اس کیلئے چند شرطیں ہیں:

(۱) علم ہو تا کہ تغیری کا امکان ختم ہوجائے۔

(۲) کلمہ میں تین حرف سے زائد ہو یعنی رباعی ہو تا کہ چوتھا حرف تانیث معنوی کا لفظوں میں کوئی اَثر نہ ہونے کی وجہ سے لفظی کے قائم مقام ہوجائے۔جیسے زَینبُ،مَریم۔

(۳) اور اگر کلمہ تین حرفی (ثلاثی) ہو تو درمیانی حرف متحرک (زبر، زیر، پیش والا) ہو یہ ایسا اسلئے تا کہ حرکت چوتھے حرف کے قائم مقام ہوکر تانیث لفظی کے قائم مقام ہوجائے۔جیسے سَقَرُ۔

(۴) اور اگر درمیان حرف ساکن ہو تو ضروری ہے کہ کہ عجمی زبان کا لفظ ہو تا کہ ثقالت ظاہر ہوجائے،جیسے حَاہَ وَجُوْرَ۔ (رولیۃ النحو:۵۷،ہدات النحو)

سوال: تانیث بالالف مقصورہ او رالف ممدودہ کو اَسباب منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے کیا شرط ہے؟

جواب: تانیث بالالف مقصورہ اور ممدودہ کو اسباب منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ جن کیلئے وضع کی گئی ہیں ان ہی کے ساتھ خاص ہوتی ہیں۔اس میں تعمیری کا امکان نہیں ہے۔(تکمیل النحو:۴۴)

سوال: تانیث بالاتفاق مقصورہ اور ممدودہ دوسبب کے قائم مقام کیوں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر تانیث وضع کے وقت سے پائی جاتی ہے اس لئے وہ کلمہ کے ساتھ لازم ہوجائے گی اور لزوم کی وجہ سے وہ دوسری تانیث کے درجہ میں مان لی جائے گی تو اس تکرارِ تانیث کو دو فرعیّتوں کے قائم مقام کردیا گیا اور یہ دو فرعیّتوں میں فعل کے مشابہ ہوگئی اسلئے اس پر کسرہ اور تنوین بھی نہیں آتا ہے۔ (وافیہ:۵۷)

سوال: تانیث بالالف مقصورہ اور ممدودہ میں دوسبب کیا کیا ہیں؟

جواب: تانیث بالالف مقصورہ اور ممدودہ میں دوسبب یہ ہیں:

(۱) بذاتِ خود اسکا مؤنث ہونا۔

(۲) مؤنث کے ساتھ لزوم ہونا۔ (ہدایت النحو)

سوال: تانیث بالالف مقصورہ اور ممدودہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تانیث بالالف مقصورہ وہ ہے جس کے بعد ہمزہ نہ ہو، جیسے حُبلیٰ اور تانیث بالالف ممدودہ وہ ہے جس کے بعد ہمزہ ہو جیسے حَمراء

سوال: تانیث بالتاء اور معنوی میں علمیت کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: تانیث بالتاء میں علمیت کی شرط حیثیت ہے اور معنوی میں شرط کی نہیں بلکہ جواز کی حیثیت ہے۔ (ہدایت النحو)

سوال: معرفہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: معرفہ وہ اسم ہے جو شئی متعین چیز پر دلالت کرے جیسے، زَیدٌ

زکوٰۃ.....فضائل ومسائل - 2

مولانا حمید اللہ لون۔دامت برکاتہم

زکوٰۃ دینے والے کو حضور پاک (ﷺ) کی دُعاء: اُن کے مالوں سے اے محمد (ﷺ) زکوٰۃ وصول کیجئے کہ یہ اُن کو پاک کرے گی اور ان کا تزکیہ ہوگا، نیز ان کیلئے دُعا فرمائیے کہ آپ کی دُعاء ان کیلئے سامانِ سکون ہے۔حدیث پاک: "کَانَ النَّبِیُّ صلّی الله عَلَیہِ وسلَّمَ اِذَا اَتَاہُ رَجُلٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَان." فَاَتَاہُ اَبِیْ فَقَالَ: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی" (البخاری، کتاب الدعوات) نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں جب کوئی مسلمان زکوٰۃ لاتا تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کو مبارک دُعائیں دیتے چنانچہ راوی کے والد صاحب حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں زکوٰۃ لے کر تشریف لاتے ہیں تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم دُعا فرماتے ہیں: ''اے اللہ! ابو اَوفیٰ کے عیال پر نزول رحمت فرما'' اللہ کریم تمام زکوٰۃ ادا کرنے والوں پر ویسا ہی نزول رحمت کرے۔اللھم آمین

پیشگی زکوٰۃ ادا کرسکتے ہیں: زکوٰۃ کا ادا کرنا جب واجب ہوتا ہے اس سے پہلے ضرورت کے وقت زکوٰۃ ادا کرسکتے ہیں۔(بحوالہ درمختار مع الشامی،فقہ الزکوٰۃ،مسائل زکوٰۃ صفحہ ۲۰۶)

زکوٰۃ جب واجب الاداء ہو: جب زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت آجائے تو اپنی نقدی اور تجارتی سامان کا حساب اور جائزہ لیا جائے اور تمام سامانِ تجارت کی نقدی میں قیمت مقرر کرلو پھر اس رقم میں اس قرض کو بھی شامل کرلو جو تم نے آسودہ حال لوگوں کو دے رکھا ہو، پھر اس مجموعی رقم میں سے وہ قرضہ جات جو تم پر واجب الاداء ہوں، منہا کرکے بقیہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرو۔(فقہ الزکوٰۃ جلد۱/۲۴۲،مسائل زکوٰۃ:۱۴۵)

زکوٰۃ میں نیت ضروری: زکوٰۃ ٹیکس(Tax) نہیں بلکہ عظیم الشان عبادت ہے،اسلئے جب زکوٰۃ ادا کی جائے اسی وقت نیت ضروری ہے، یا اپنے مال سے واجب شدہ مقدار کو الگ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت ہونی چاہیے۔یاد رہیکہ جو رقم بلا نیت زکوٰۃ خیرات کی گئی، وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔(درمختار وغیرہ)

تجارت کیلئے مچھلی: جو مسلمان تجارت کیلئے مچھلی کی افزائش کرتا ہے تو مالِ تجارت کے اصول کے مطابق چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصدی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عشر واجب ہے: عشر کی دلیل یہ ارشادِ ربّانی ہے: "وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ" یعنی فصل کاٹنے کے وقت اللہ کا حق نکال دیا کرو۔(الانعام:۱۴۱) اور ارشاد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مفہوم ہے: جو کھیتی بارش سے سیراب ہو،اُس پر عشر دسواں حصہ واجب ہے اور جس کو ڈول یا جرس یا رہٹ سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر بیسواں حصہ واجب ہے۔

عشر کا نصاب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر کا نصاب مقرر نہیں بلکہ ہر قلیل وکثیر میں عشر واجب ہے۔(فقہ الزکوٰۃ جلد۱/۲۰۲) پیداوار جتنی بھی ہو،کم ہو یا زیادہ، ہر حال میں عشر نکالنا واجب ہے اس کیلئے زکوٰۃ کی طرح کوئی خاص نصاب نہیں ہے، جس سے کم ہونے پر عشر ساقط ہوجائے،وجہ اس کی قرآن وحدیث کے الفاظ کا عموم (General) ہے،قرآن پاک میں مطلقاً (Absolutely) آیا ہے:"وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الاَرْضِ......الخ،" (البقرۃ:۲۶۷) (جواہر الفقہ جلد۲/۲۷، عشر وخراج کے احکام، فتاویٰ دار العلوم جلد۶/۷۶، فتاویٰ محمودیہ جلد۳/۱۰۱)

جن چیزوں میں عشر واجب ہے: اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل پھول وغیرہ جو کچھ پیداوار ہو سب کا حکم یہی ہے، یعنی عشر ہے، (فتاویٰ عالمگیری) تمام اقسام کی ترکاریوں وغیرہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر لازم ہے، جیسے خربوزہ، تربوز، خیاریں، لہسن، پیاز، دھنیہ، لوری، کدو، کریلا، سنگترہ وغیرہ، غرض جو چیزیں زمین سے پیداوار میں حاصل ہوئی ہیں جیسے گیہوں، جو، چنا، چاول، مکئی، گنّے، بینگن، ہر قسم کے میوے وغیرہ۔ (درمختار)

عشر کا مصرف: عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، اور جس طرح زکوٰۃ کیلئے یہ ضروری ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو بغیر کسی معاوضہ کے مالکانہ طور پر قبضہ کرادیا جائے اسی طرح عشر کی ادائیگی کا بھی یہی طریقہ ہے۔(امداد المسائل زکوٰۃ صفحہ ۵۰) رِفاہِ عامّہ پر خرچ کرنا جائز نہیں۔(آپ کے مسائل، ردّ المحتار جلد۱/۷۹)

عشر کے واجب ہونے کیلئے سال گزرنا بھی شرط نہیں: سال میں جتنی دفعہ پیداوار ہوگی یا اور بڑھے گی، اتنی دفعہ ہی عشر واجب ہوگا، مزید عشر سے اخراجات اور قرض منہا نہیں کیے جاتے ہیں۔(بحوالہ جواہر الفقہ، مسائل زکوٰۃ)

بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ **دار العلوم سواء السبیل** کھانڈی پورہ مسلمانوں کی زکوٰۃ، عشر، صدقاتِ جاریہ ودیگر مالی تعاون سے دینی خدمات انجام دیتا ہے، بعض بدخواہ وبدنیت عناصر کی بدگوئی سے بچ کر مالی تعاون جاری رکھنے کی گذارش کی جاتی ہے۔

لیلۃ القدر

پھر ملے گی کہاں کس کو معلوم ہے
مانگنے کا مزہ آج کی رات ہے
اپنے دامن کو پھیلا کے میں مانگ لوں
بھر کے دیتا خدا آج کی رات ہے
ڈھانپ لیتی گناہوں کو ہے جھوم کر
یوں تو کالی رِدا آج کی رات ہے
مانگ لو آج رحمت کی برسات ہے
مانگنے کی دُعا آج کی رات ہے
یوں تو راتوں میں ہیں راز پہناں بہت
سب سے لیکن جُدا آج کی رات ہے
اس کی عظمت پہ قرآن شاہد ہے خود
دردِ دِل کی دَوا آج کی رات ہے
اس پہ راتیں ہزاروں تو قربان ہیں
کیا مُنوّر فضا آج کی رات ہے
کوئی ہے جس کو دوں مانگنے کا صلہ
خود یہ کہتا ہے خدا آج کی رات ہے
تیری رحمت کے مشتاق ہیں کُوبکُو
مانگنے کا مزہ آج کی رات ہے

(مشتاق فریدی۔ڈوڑہ)

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے..........

آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، کیوں کہ اس کا مقصود ہی یہی تھا انسانی بھلائی و نفع رسانی کے نقطہ نظر سے ایسا اخلاق بھی بہتر ہے۔

۳......اسلامی اخلاق: نیکی، شرافت، خدمت خلق، خوش اخلاقی وخوش مزاجی، اور دیانت داری وانصاف پروری کے وہ کام جن کے پیچھے صرف اور صرف نیکی جذبہ اور اپنے خالق و مالک رب العالمین کو خوش کرنا ہو۔ اسلامی اخلاق کہلاتا ہے۔ ایسے اخلاق کے حامل شخص کے ذریعہ بنی نوع انسان کو بے لوث اور بے ریا مفادات اور آرام میسر آتا ہے۔ اور کسی کی دل آزاری اور مال کا نقصان وغیرہ کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ دراصل یہی اخلاق، اخلاق ہوتا ہے جو انسانیت کا شرف اور اعزاز ہے اور یہی خالق ارض وسما کو مطلوب ومحبوب ہے۔ اسی اخلاق کے بدلے انسان کو قیامت کے دن اجر وثواب اور انعام واکرام ملے گا۔ یہ وہ وقت ہوگا، جب کہ ہر شخص ''نفسی نفسی'' پکار رہا ہوگا۔ اور کوئی کسی کا پرسان حال اور معاون ومددگار نہ ہوگا۔

عقائد(۴) توحید کا معنی: توحید کا لفظ وحدت سے ہے، اس کا مادہ وحد ہے لغوی معنی ہے ایک ماننا، ایک ٹھہرانا۔

۲۔ واحد وحدت کے معنی انفراد یا اکیلا ہونا اور واحد درحقیقت وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو مگر اس کا استعمال بہت وسیع ہے، جس کی کوئی نظیر نہ ہو اور جب واحد اللہ کی صفت ہو تو اس کا معنی ہوگا وہ جس کا نہ کوئی جزء بن سکتا ہو اور نہ ہی جس میں کثرت ہو سکتی ہو۔

۳۔ احد کا استعمال اللہ تعالی کے علاوہ کسی کے لیے نہیں ہوسکتا یہ صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ اصطلاح میں توحید کی تعریف یہ ہے

۱۔ اللہ تعالی کو اس کی ذات وصفات میں اور اس کے افعال میں اکیلا، یگانہ اور یکتا سمجھنا اور ماننا، صرف ایک اللہ کو عبادت کے لائق سمجھنا، صرف اللہ کو معبود سمجھنا، صرف اسی کو رزاق سمجھنا۔ توحید کی تعریف۔ دل سے اللہ تعالی کو ایک سمجھنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

توحید کی اقسام: توحید کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ توحید فی الذات ۲۔ توحید فی الصفات ۳۔ توحید فی العبادت ۴۔ توحید فی الافعال

توحید فی الذات: توحید فی الذات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کو اس کی ذات میں اکیلا اور یگانہ سمجھنا اس کی ذات میں کسی غیر کو شریک وسہیم نہ سمجھنا جس طرح لفظ اللہ ہے یہ اللہ تعالی کا ذاتی نام ہے یہ نام کسی اور ہستی کا نہیں ہوسکتا' یہ صرف اسی ہستی کا نام ہے' جو ان دیکھی ہستی ہے اور سب کچھ اپنی مرضی سے کر رہی ہے صراحت کے ساتھ اللہ تعالی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات کی یکتائی کا یوں اعلان کروایا کہ آپ اعلان کردیں: اللہ احد 'اللہ ایک ہے- دوسری جگہ اللہ کی وحدانیت یوں بیان کی گئ ''لا شریک له ''اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ ایک مقام پر اس میں شریک ٹھہرانے کی یوں وعید آئی ہے: ومن یشرک بالله فقد افتری اثما عظیما (النساء)'جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے سخت جھوٹ گھڑا' اور سخت گناہ کی بات کی 'ایک مقام پر مشرک کو گمراہ قرار دیا: ومن یشرک بالله فقد ضل ضلالا بعیدا

توحید فی الصفات: توحید فی الصفات کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے' اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے' جس طرح اس کی ذات میں کسی غیر کی شرکت محال ہے اسی طرح اس کی صفات میں بھی کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی اس کی صفات اس کا خاصہ ہیں وہ کسی اور میں نہیں پائی جاتیں' سمع، قدرت، حیات اور دیگر بے شمار صفات کا مالک اکیلا اللہ ہی ہے خالق اسی کی صفت ہے کسی اور کی نہیں ہوسکتی' مالک اسی کی صفت ہے رازق اسی کی صفت ہے محیی اسی کی صفت ہے ممیت اسی کی صفت ہے' حی اس کی صفت ہے-

دارالعلوم سواء السبیل آپ کی خدمت..........؟

دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دارالعلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

CHAND SHOLARS
(Sale & Service)
All Solar Photovoltaic Devices (Lighting & Water Heating) Solar Home Lighting, System,s Street Light, Lanterns, Torchs, Invertors, Batteries etc.
NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM
Cell No's: 9419639044, 9596106546

شادی کے موقعہ پر نماز سے عورتوں کی غفلت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ نور اللہ مرقدہٗ

بیاہ شادی کے موقعہ پر عورتیں اکثر نمازیں قضا کردیتی ہیں، اپنی نکالی ہوئی رسمیں تو ایسی پابندی سے پوری کرتی ہیں کہ گویا بالکل فرض ہیں اور خداوند کریم کے فرضوں سے بالکل غفلت برتتی ہیں اور دلہن جب تک دلہن رہتی ہے نماز پڑھتی ہی نہیں۔ نماز پڑھنے کو بے شرمی سمجھا جاتا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ کھانے پینے میں شرم نہیں اور نماز پڑھنے میں شرم آڑے آجاتی ہے، کیسی بے جا بات ہے؟ اسی طرح جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے اُن میں رمضان کے روزے بھی رکھنا ہے، پُرانی عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں تو کوتاہی کرتی ہیں مگر روزوں میں مردوں سے آگے رہتی ہیں مگر آج کل کی اُبھرتی ہوئی نسل، اسکول وکالج کی پروردہ پود روزہ نماز دونوں سے غافل ہے، غافل ہی نہیں نماز روزہ کا مذاق اُڑاتی ہے اور اسلام کے کاموں پر فقرے کسے جاتے ہیں، دُنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا آخر مرنا ہے، قبر کی گود میں بھی جانا ہے، یہ ٹیڈی فیشن اور موڈرن اسٹائل وہاں کیا کام دے گا، اَفسوس آخرت کی فکر نہیں کرتے گویا ہمیشہ اسی دُنیا میں رہیں گے۔ ''یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ''عورت کو چاہیے پاک دامن رہے، عزّت وعصمت محفوظ رہے، نسوانیت کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور بس! نامحرموں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام کرنا نظریں نیچی رکھنا بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا اور کسی مجبوری سے نکلنا پڑے تو کسی محرم کو ساتھ لیکر خوب پردے کا خیال کرتے ہوئے نکلنا ان چیزوں سے عورت کو عفت وعصمت محفوظ رہ سکتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی چیزیں ناپید ہورہی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی بہت سی لڑکیاں تو پردہ کا مذاق بناتی ہیں اور شرم وحیا کو عیب سمجھتی ہیں کالج کے طلبہ اور طالبات آپس میں فرینڈ (دوست) بن جاتے ہیں، جو چیزیں خلافِ عصمت ہیں وہ دوستی میں نبھ جاتی ہیں، پھر بن بیاہی ماؤں کی اولاد کوڑے کے ڈھیروں اور نالوں کی گہرائیوں میں پڑی ملتی ہے، سب نظروں کے سامنے ہے مگر آنکھوں پر ایسے پردے پڑے ہیں کہ شریعت کی پابندیوں کے مطابق بہو بیٹیوں کو چلانے پر مرد بھی راضی نہیں ہیں، آخر ان کے ذہن بھی تو دُشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ نے مسموم کردیئے ہیں اور آزادی کا زہر پلا کر سب کے دماغوں کو فالج زدہ کردیا ہے حق بات کوئی اثر نہیں کرتی۔ ''فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْ ظَلَمُوا اَیّ مُنقَلَب یَّنقَلِبُون'' عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے شریعت میں شوہر کے بڑے حقوق ہیں قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ'' مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ'' اور مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ان آیتوں میں واضح طور پر مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور سردار بتایا ہے، اولاد کی پرورش خانگی امور مرد وعورت دونوں ہی کے باہمی میل محبت اور مشورہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن شوہر کا مرتبہ بڑا ہے، مردوں کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت وطاقت زیادہ دی ہے، وہاں اُسے سمجھ بھی زیادہ دی ہے، حوصلہ، ہمت، بہادری، دلاوری مردوں میں زیادہ ہے اِلَّا ماشآء اللہ۔ ان اوصاف کی وجہ سے مرد کو برتری دی گئی ہے اور اسے عورت کا سردار بتایا گیا ہے، جو سردار ہے اُس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے ورنہ کاموں میں خلل پیدا ہوجاتا ہے دَور حاضر کی فیشنیبل عورتیں مرد کی سرداری تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اپنے کو بیوی اور شوہر کو شوہر کہنے کو بھی آبرو کے خلاف سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے بیوی نہیں بلکہ فرینڈ کہو۔ بیوی کہنے میں انسلٹ ہے۔ شریعت نے عورت کے لئے کسی ایک مرد سے نکاح کرکے خاص اسی مرد کے ماتحت رہنے کا جو قانون بنایا ہے، اسی دوستی والی بات ہی کو تو ختم کیا ہے۔ دوستی میں ایجاب وقبول، نکاح، گواہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے دل ملا، آنکھ لگی ساتھ ہولیے، یہ طریقہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے راستہ کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ آج انسان اپنی انسانیت کی قیمت بھی نہیں پہچانتا۔ زندگی کے رُخ کو محض حیوانیت پر ڈالنے کو کمال ترقی سمجھنے لگا ہے۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 28 | 02 August 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 03-08-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت 4

اعداد وتقدیم: (مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

حضرت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی توحید کا اعلان کرتے رہے، اسی جرم حق گوئی واعلان توحید کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاران کی چوٹیوں پر صفا کی بلندیوں پر دشنا ما گیا، آپ کو پریشان کیا گیا، توحید کی دعوت دینے کے جرم میں طائف کے بازاروں میں آپ کو لہولہان کیا گیا۔ اسی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر بحالت سجدہ اونٹ کی گندی اوجھڑی ڈالی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلوئے مبارک میں کپڑا ڈال کر کھینچا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازے کسے گئے، آپ کو گالیاں دی گئیں، آپ کو شاعر اور پاگل کہا گیا، آپ کو مجنون اور جادوگر تک کہا گیا، دور دراز سے سفر کر کے آنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے نہیں دیا جاتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب پر بدنام کرنے کی ناتمام کوششیں کی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو پیٹا گیا، رسّیوں سے باندھ کر گھسیٹا گیا، انکی چمڑیاں ادھیڑی گئیں اور ان کو آنکھوں سے محروم کر دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت توحید اور شرک کی خاطر اپنا پیارا شہر مکہ چھوڑنا پڑا، اسی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی ہجرت کرنی پڑی۔

شرار بولہبی اور چراغ مصطفوی کے آغاز ہی سے اسی عنوان پر کشمکش چل رہی ہے جہالت کی ماری ہوئی انسانیت شیطان کی پڑھائی ہوئی پٹیوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے آقا اور مالک کو فراموش کرتی گئی ہنت نئے دیوتا اور اصنام کو پوجنا شروع کیا دوسری جانب حق وصداقت کی خوش کن آوازیں دعوت توحید سے ایمان کو روشن کرتی ہیں ایک طرف جہالت وشرک کے اندھیارے تھے دوسری جانب توحید کی شمع فروزاں رہی ہر دور میں شرک وبت پرستی کے اندھیرے چھائے اور چھٹ گئے مگر توحید کا چراغ آغاز سے تا ہنوز اسی چمک دمک اور آب وتاب سے ضوفگن ہے۔

حوائجِ اصلیہ میں کون کونسی چیزیں داخل ہیں؟

وجوبِ زکاۃ کیلئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی کے پاس جو مال ہے وہ اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، اور حوائجِ اصلیہ میں درجہ ذیل امور معتبر ہیں:

(۱) اپنے اور اپنے اہل وعیال، نیز زیرِ کفالت رشتہ داروں سے متعلق روزمرہ کے اخراجات۔

(۲) رہائشی مکان، کپڑے، سواری، آلاتِ صنعت وحرفت، مشین اور دیگر وسائلِ رزق جن کے ذریعہ کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے۔

(۳) حوائجِ اصلیہ کے مد میں ضروریاتِ زندگی، اور روزمرہ پیش آنے والے اخراجات داخل ہیں، اور اعتبار سال بھر کے اخراجات کا ہوگا، اور آئندہ سال کی ضرورت کیلئے جو سرمایہ محفوظ رکھا جائیگا، زکاۃ نکالتے وقت حوائجِ اصلیہ میں شمار ہو کر اموالِ زکاۃ سے منہا (وضع) نہیں کیا جائیگا۔

(المسائل المهمة: ۱/۱۰۵)

سونے اور چاندی کا مقرر کردہ نصاب موجودہ زمانے کے اعتبار سے:

اگر کسی شخص کے پاس سونے اور چاندی کا مقرر کردہ نصاب ساڑھے باون تولہ (۵۲/۱/۲) یعنی چھ سو بارہ گرام پینتیس ملی گرام (۶۱۲/۳۵) چاندی، یا ساڑھے سات تولہ (۷/۱/۲) یعنی موجودہ مقدار ستاسی گرام چار سو اُناسی ملی گرام (۸۷/۴۷۹) سونا نہیں ہے، تو فی الحال جتنے روپئے میں ساڑھے باون تولہ (۵۲/۱/۲) چاندی خریدی جا سکے، اتنے روپیے کے مالک کو صاحبِ نصاب قرار دیا جائیگا، اور ان روپیوں میں ڈھائی فیصد (۲/۱/۲٪) کے حساب سے زکاۃ واجب ہوگی، اور اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہوں مگر دونوں نصاب کو نہ پہونچتے ہوں، تو اگر دونوں کی مجموعی قیمت، چاندی کے نصاب کی قیمت کے بقدر ہو جائے تب بھی ڈھائی فیصد (۲/۱/۲٪) کے حساب سے زکاۃ واجب ہوگی۔ (المسائل المهمة: ۱/۱۰۶)

تجارتی پلاٹ پر زکوۃ واجب ہوگی: اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ (Plot) بیچنے اور فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہو، تو اس پر بازاری قیمت (Market Rate) کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً: جس وقت خریدا ہو اس وقت اس کی قیمت صرف پچاس ہزار (50000) تھی، لیکن جس دن سال پورا ہوا، اس روز اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک لاکھ (100000) روپئے ہوں تو ایک لاکھ کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔ (المسائل المهمة: ۱/۱۱۴)

حقوق العباد: قدرتی طور پر یہ زمین اور اس زمین میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالی کے تمام بندوں کے استفادے کے لئے ہے۔ اس لئے تمام انسانوں پر جو اس کرہ ارض پر آباد ہیں یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسرے انسانوں کو بھی فائدہ پہنچائیں، دوسرے انسانوں کے مفاد کا، ان کے حصے کا اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہی حقوق العباد کی ادائیگی ہے، مثلاً اللہ تعالی نے جب کسی انسان کو دولت عطا فرمائی تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ جن کو یہ چیز نہ ملی ہے انکو اس میں سے دیا جائے اس لئے کہ یہ ان کا حق ہے اور اس کا شمار حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

اسی طرح جب کسی کو اللہ تعالی نے زمین کا کوئی حصہ عنایت کیا ہے اور اس نے اس میں کچھ بویا اور اللہ تعالی کی رحمت کاملہ سے ہری بھری کھیتی تیار ہوئی تو اس کا فرض ہے کہ پوری پیداوار کو خود نہ رکھ لے بلکہ اسکا حق ادا کرے اور اس میں سے ان کو کچھ دے جن کو یہ نعمت نہیں ملی ہے۔

اسلام نے حقوق کے بیان کو ایسی وسعت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ بندوں کے حقوق کے علاوہ بندوں پر جو دوسری مخلوقات کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان کی بھی وضاحت کے ساتھ نشاندہی کی ہے، یعنی بندوں کا تو ایک دوسرے پر جو حق ہے وہ صاف ہے، لیکن ان کے علاوہ حیوانات، نباتات اور جمادات کے حقوق بھی ان پر عائد ہوتے ہیں۔ ایک بار سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص صرف اسلئے بخشا گیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر اسکی جان بچائی تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے بارے میں، جس نے بلی کو پال رکھا تھا اور اسے کھانے کو بھی نہ دیتی تھی، فرمایا کہ اپنی بے رحمی کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائیگا، مدعا یہ تھا کہ مسلمان یہ سمجھ لیں کہ انسانوں کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمام دوسری مخلوقات کے حقوق بھی ادا کرنے چاہئیں۔

حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اسلام پہلا اور آخری دین ہے جس نے انسانوں کے مختلف رشتوں سے فکری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی اولیت متعین کر دی ہے، حقوق العباد کی ادائیگی کا یہ طریقہ کہ والدین اور اعزہ محروم رہیں لیکن دوسرے مستفید ہوں اسلام کی نظر میں مستحسن نہیں ہے، اسلام اس قسم کے غیر انسانی اور غیر فطری سلوک کا قائل نہیں ہے اسلام حقوق کی ادائیگی میں نسبی اور خاندانی قرابت کو ترجیح دیتا ہے، تمام بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں اور اسمیں ترتیب اور درجہ بندی کے ساتھ جو اسلام نے مقرر کر دی ہیں، اگر کوئی شخص والدین کے حقوق ادا نہ کرے قرابت داروں کے ساتھ احسان نہ کرے، یتیم، مسکینوں اور پڑوسیوں کا خیال نہ کرے، مسافروں کی امداد نہ کرے، غلاموں کو آزادی اور مصیبت زدہ مسلمانوں کو ذلت ورسوائی اور غلامانہ ماحول سے نکالنے کی کوشش نہ کرے تو وہ دوسروں پر احسان وکرم کی جتنی بھی بارش کرے 'حقوق العباد' کے اسلامی شریعت کے مطابق ادا نہ کرنے کا مجرم ضرور پائے گا اور پیداوار زمین قحط سالی کا شکار ہو رہے۔

اخلاق: ۲...... اگر دولت ضائع ہو جائے تو (سمجھو) کچھ بھی ضائع نہیں ہوا، اگر صحت خراب ہو جائے تو (سمجھو) کچھ ضائع ہوا۔ (لیکن) اگر اخلاق وکردار خراب ہو جائے تو (سمجھو) سبھی کچھ ضائع ہو گیا۔

۳...... ہمارے نزدیک اخلاق ہر چیز پر مقدم ہے۔ فائدہ ہو یا نقصان ہر صورت میں اخلاقی اصولوں کی پابندی کرنی چاہئے۔

۴...... اخلاق سے ہی وہ اسالیب متعین ہوتے ہیں۔ جو معاشرہ کا اخلاق کمزور پڑ جاتا ہے تو اس معاشرہ کی عمارت بالآخر گر جاتی ہے۔ اور پھر اس کی از سر نو تعمیر دشوار ہوتی ہے۔

اخلاق کی قسمیں: انسان جو کام بھی کرتا ہے۔ یا جو بات بھی کہتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔ خواہ یہ غرض دنیاوی مفاد، نمود ونمائش یا کسی جذبہ کی تسکین وتکمیل کے لیے ہو یا آخرت میں اپنے رب سے اجر وثواب کے لیے ہو یا اخروی۔ اس لحاظ سے اخلاق کی بھی قسمیں ہیں۔ مثلاً کاروباری، نمائشی اور اسلامی اخلاق۔

۱...... کاروباری اخلاق: حسن سلوک، آؤ بھگت اور عزت واحترام جو کسی ذاتی مفاد اور دنیاوی فائدے کے لیے کیا جائے کاروباری اخلاق کہلاتا ہے۔ جب کسی انسان یا قوم کے ساتھ نیکی بھلائی کر کے اس کے ذریعہ کوئی مالی فائدہ یا کوئی سیاسی مفاد حاصل کر لیا جائے تو بہ ظاہر وہ اخلاقی کام ہے، مگر حقیقت میں کاروباری ہے جب کوئی انسان اپنے حسن سلوک یا خدمت ومدد کے بدلے میں جوابی حسن سلوک اور مدد وتعاون کی امید رکھے، اور حسب توقع سلوک نہ پاکر بددلی اور طعنہ زنی وغیرہ پر اتر آئے، تو یہ بھی کاروباری اخلاق ہی کی ایک شکل ہے، ایسے اخلاق کی انسانی نقطہ نظر سے کوئی قدر وقیمت نہیں۔

۲...... نمائشی اخلاق: حسن اخلاق اور محبت ومروت جو محض لوگوں سے تعریف اور داد وصول کرنے کے لیے اختیار کیا جائے اور دنیا میں ناموری وشہرت کا ذریعہ ہو، نمائشی اخلاق کہلاتا ہے۔ اس اخلاق سے اگرچہ خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے فاعل شخص کو دنیاوی نیک نامی وشہرت کے سوا

//بقیہ صفحہ 7 پر......//